Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:12 (1976)

اسلام میں

اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ

ساجد الرحمٰن

زیر نظر مضمون میں ذمیوں کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر کو اجمالاً پیش کیا گیا ہے۔ اور عہدِ اسلامی کے مختلف ادوار سے مثالیں پیش کر کے واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ اسلام نے "غیر مسلم رعایا" کے ساتھ کیا رویہ روا رکھا۔

اس سلسلہ میں بنیادی چیز نصِ قرآنی ہے یعنی مسلمانوں کے دستور و قانون میں ذمیوں کو کیا اہمیت دی گئی ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے، کہ آپ نے قرآنی دستور کے تقاضا کو کس طرح عملاً نافذ کیا، سب سے آخر میں ہمارے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر ادوار ہیں کہ انھوں نے بھی کس طرح اس تقاضائے اسلامی کو ہر مرحلہ پر پیشِ نظر رکھا۔

اقلیتوں سے متعلق نصِ قرآنی

۱۔ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

من دیارکم ان تبرّوھم وتقسطوا الیھم، ان اللہ یحب المقسطین[1]

ترجمہ : اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

۲۔ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبَاتُ ط وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ ز وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ[2]

ترجمہ : آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں ہیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں جو مسلمان ہوں اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات سے صاف واضح ہورہا ہے کہ دستور قرآنی کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کا غیر مسلم رعایا کے ساتھ سلوک انتہائی شریفانہ و عادلانہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں طے پانے والے ان معاہدات پر جب نظر ڈالتے ہیں جو غیر مسلم اقوام سے کئے گئے ہیں تو حقیقت یہ واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام جبر و تشدد کا نام نہیں بلکہ یہ مذہب امن و آشتی کا علمبردار ہے۔

میثاق مدینہ

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہود کے ساتھ جو معاہدہ طے پایا اس میں وضاحت کی گئی تھی کہ جن یہود نے ہمارے ساتھ معاہدہ کرلیا ہے ان کے متعلق مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کو مدد دیں اور مواساۃ کا برتاؤ کریں۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ کیا جائے اور ان کے خلاف ان کے دشمن کو مدد نہ دی جائے[3]

---

[1] سورہ الممتحنۃ آیت ۸

[2] سورۃ المائدہ آیت ۵۔ [3] سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مصنف شبلی)

اس کے علاوہ اس معاہدہ میں یہ شق بھی شامل تھی کہ اگر مسلمان کسی سے صلح کریں گے تو یہود بھی اس سے صلح کے پابند ہوں گے۔ اور اگر یہود کسی سے صلح کریں گے تو مسلمانوں پر بھی لازم ہوگا کہ یہود کے ساتھ ایسا ہی تعاون کریں۔ البتہ کسی فریق کی اپنی مذہبی جنگ میں دوسرے فریق پر تعاون کی ذمہ داری عائد نہ ہوگی۔

معاہدہ ثقیف (طائف)

ہجرت سے قبل طائف کے شہر میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ تاریخ کا ایک انتہائی افسوسناک ترین واقعہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پتھر برسائے گئے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم اطہر زخموں سے چور ہوگیا۔ اور جسم اطہر سے نکلنے والے خون سے آپ کی نعلین مبارک بھر گئے۔ مگر اہل طائف سے بھی جب معاہدہ طے پایا تو آپ نے رُوحِ اسلامی کے تقاضوں کے عین مطابق معاہدہ میں یہ شق بھی شامل فرمائی کہ "یہ لوگ مسلمانوں ہی کی ایک جماعت سمجھے جائیں گے۔ اس لئے مسلمانوں میں جہاں چاہیں بے روک ٹوک آمدورفت رکھ سکیں گے۔"[۳۵] فتح مکہ کے بعد سرور کائنات کا بحیثیت فاتح مکہ میں داخل ہو کر "اذهبوا فانتم الطلقاء"[۳۶] کا نعرہ اعلان بلند فرمانا تاریخ عالم کا ایک درخشاں اور نادر واقعہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان عملی اقدامات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نظام اسلامی میں ذمیوں کو کس قدر اہمیت دی گئی ہے۔ حالانکہ دیگر اقوام میں غیر قوموں کو کوئی تحفظ حاصل نہیں تھا۔ جب کہ روم اور فارس میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بھی بدتر تھے۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نزع کے عالم میں بھی "ذمیوں" کو نہیں بھولے اور جہاں پر اور بہت سی نصائح فرمائیں ان میں یہ بھی تھی۔

"میں خلیفہ وقت کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ خدا کی ذمہ داری اور رسول اللہ ﷺ کی ذمہ داری کا لحاظ رکھے یعنی اہل ذمہ سے جو اقرار کرے وہ پورا کیا جائے ان کے دشمنوں سے لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔"[۳۷]

---

۳۵ رحمۃ للعالمین ۳۶ (الف) خطبہ فتح مکہ (سیرت النبی صلعم ۳۷ (ب) الفاروق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل الذمہ کو جو حقوق دیئے اس کے لحاظ سے وہ گویا رعایا نہیں بلکہ عہد فاروقی کی تاریخ پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں اور اہل الذمہ کی حیثیت کا اندازہ کرتے ہیں۔ تو بعینہٖ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ذمی اور مسلمان دونوں برابر ہوں۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں ایک شخص نے جو مسلمان تھا کسی ذمی کو قتل کر ڈالا تو حضرت عمر نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے۔ چنانچہ قاتل کو قتل کر دیا گیا۔[۵]

نظام اسلامی کی اس رواداری کی شہادت غیر مسلم بھی دیتے ہیں۔ سر آرنلڈ رقم طراز ہے۔

"یہ بات کہ ان لوگوں کا قبول اسلام کسی طاقت یا جبر کا نتیجہ نہیں تھا ان خوشگوار تعلقات سے بھی واضح ہوتی ہے جو اس زمانے کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان موجود تھے۔ خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک عیسائی قبائل سے معاہدات کئے جن کی رو سے آپؐ نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا اور انھیں اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کرنے کی ضمانت دی اور ان کے مذہبی پیشواؤں کے ان تمام حقوق اور اقتدار کو قائم رکھا جو انھیں اسلام سے قبل حاصل تھا"[۶]

چند اور مثالیں

بعض غیر مسلم اصحاب فکر و نظر نے "جزیہ" پر تنقید کی کہ مسلمان جزیہ کی صورت میں قومیوں کی دولت بٹورتے تھے۔ حالانکہ یہ حقیقتِ حال کے خلاف ہے۔ جزیہ دراصل ان فوجی خدمات کے عوض لیا جاتا تھا جو مسلم حکومت ان کی حفاظت کے سلسلہ میں سرانجام دیتی تھی۔ بعض مواقع پر ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی غیر مسلم قوم نے معاہدہ میں یہ طے کر لیا کہ وہ جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے لڑیں گے تو ان پر جزیہ معاف کر دیا گیا۔ چنانچہ الجراجمہ کے عیسائی قبیلے کے ساتھ جو انطاکیہ میں آباد تھا۔ ایسا ہی

۵۔ الدرایہ فی تخریج الہدایہ

THE PREACHING OF ISLAM-P.48-۶

معاہدہ تھا مسلمان ذمیوں کی حفاظت کا پوری طرح لحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ جب مسلمانوں نے ہرقل کے لشکر کی آمد کی خبر سنی تو حمص والوں کا جزیہ محض اس لئے واپس کر دیا کہ اب ہم تمہاری حفاظت کا حق ادا نہیں کر سکیں گے لہذا جزیہ کی جو رقم ہم نے تمہاری حفاظت کے عوض لی تھی وہ واپس کی جاتی ہے تم اپنی حفاظت کا خود انتظام کرو۔ اس عدل وانصاف کا یہ اثر پڑا کہ حمص والوں نے بیک زبان مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمہارے شانہ بشانہ لڑیں گے۔ یہودیوں نے توریت کی قسم کھا کر کہا کہ جب تک ہمارے دم میں دم ہے۔ ہرقل کا عامل حمص میں داخل نہیں ہو سکتا۔

جو اسلام نے مفتوحہ علاقوں کے باشندوں کو اپنے مذہبی مراسم کی ادائیگی کے سلسلہ میں آزادی عطا کی اس نے ان کی عبادت گاہوں کلیساؤں اور خانقاہوں علماء اور راہبوں کی حفاظت کا ذمہ خود اپنے سر لیا۔ اس نے ان سے کئے ہوئے معاہدوں کی اتنی دیانت داری کے ساتھ پابندی کی جس کی مثال بین الاقوامی تاریخ میں مشکل سے پیش آئے گی یہ کہنا محض یاوہ گوئی ہے کہ اسلام مذہب کی بنیاد پر انسانوں میں تفریق وامتیاز کرتا ہے اس کے برعکس اسلام تو بلالحاظ مذہب وعقیدہ تمام انسانوں کو ان کے بنیادی، انسانی حقوق عطا کرتا ہے ۔ وہ انسانوں کو خالص انسانی بنیاد پر جمع کرتا ہے۔ اسلام خود کو ساری انسانیت کا دین سمجھتا ہے اور خود کو پھیلانے کے لیے مادی یا مصنوعی دباؤ استعمال نہیں کرتا۔ جب بھی مسلمانوں نے کسی ملک پر حملہ کیا اس کے سامنے تین صورتیں رکھ دیں۔ اسلام، جزیہ اور آخر میں جنگ سندھ میں شمع اسلامی کو فروزاں کرنے والے محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کرنے کے لیے ہندوؤں نے ان کا اسٹیچو بنا کر نصب کیا[۱] محمد بن قاسم نے فتح سندھ کے بعد برہمنوں کے ان حقوق کو بدستور باقی رکھا جو سابقہ حکومتوں کی طرف سے ان کو حاصل تھے۔ ہندوؤں کے لیے جو جائیدادیں وقف چلی آتی تھیں ان میں بھی کوئی دخل نہیں دیا گیا۔ اس کے علاوہ سرکاری مال گذاری میں سے برہمنوں کے وظیفے مقرر کئے گئے۔ جن تاجروں، کسانوں، پیشہ وروں اور شہریوں کا مال جنگ میں لٹ گیا تھا اور جن کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی ان میں ایک لاکھ بیس ہزار درہم تقسیم کئے گئے۔ تاکہ وہ اپنی حالت درست کر کے اچھے شہریوں کی طرح اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ یہ سچ ہے کہ

حاشیہ: کتاب الجامعہ مولفہ احمد بن مروان مالکی۔ [۱] تاریخ سندھ مصنفہ اعجاز الحق قدوسی

زمانہ میں لوگ جن عہدوں پر فائز تھے ان کو برقرار رکھا گیا اور بڑے بڑے برہمنوں کو بلا کر محمد بن قاسم نے کہا کہ داہر کے زمانہ میں تم معقول عہدوں پر فائز تھے اس لئے تم شہر کے ہر چھوٹے اور بڑے آدمی کو جانتے ہو اگر کچھ شریف لوگ تمہاری نظر میں ایسے ہوں جو ہماری امداد کے مستحق ہیں تو ہمیں بتاؤ. تاکہ ان کی امداد کی جا سکے [۵]

محمد بن قاسم کا یہ برتاؤ اسلامی قانون کے عین منشاء کے مطابق تھا۔ اور اکثر و بیشتر حجاج بن یوسف اپنے خطوط میں محمد بن قاسم کو ذمیوں کے ساتھ نیک سلوک کی تلقین و تاکید کرتا رہا۔ جب محمد بن قاسم نے نیرون فتح کیا تو حجاج نے اسے خط لکھا۔

"تم نیرون کے لوگوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آؤ۔ اور ہر طرح ان کی بھلائی کی کوشش کرو۔ اور انھیں ہماری سرپرستی کی امید دلاؤ۔ جو کوئی تم سے امن چاہے اسے امن دو، جو معززین و اکابر تمہارے پاس آئیں ان کو خلعت و اکرام سے نوازو۔ ان کے مرتبے کے مطابق ان کی مدارات کرو، عقل و دانائی کو اپنا رہبر بناؤ۔ جس سے وعدہ کرو اسے پورا کرو، تاکہ اطراف و اکناف کے امراؤ و اکابر تمہارے وعدے پر اعتبار کریں [۵]"

غیر مسلم رعایا سے حسن و سلوک کے اس طرز عمل کو ہر مسلم حکومت نے اپنا کر روح اسلام کو دوام بخشا۔ فتح قسطنطنیہ کے بعد سلطان نے بطریق کو جو حقوق و مراعات دیں ان کے متعلق مشہور انگریز محقق ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ لکھتا ہے کہ فتح کے بعد سلطان نے جو فرمان جاری کیا اس میں قسطنطنیہ کے بطریق کے نائبین کو تمام وہ حقوق و مراعات دیں جو انھیں پہلی حکومت میں حاصل تھیں [۱۲]

دور حاضر کے بعض نام نہاد مفکرین تاریخ اسلام کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں اور یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ مسلم سلاطین فتوحات کے بعد انتہائی جبر و استبداد کا مظاہرہ کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں اکثر اصحاب سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر دیانت داری کے ساتھ سلطان محمود غزنوی کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے اور اس وقت کے ہندو راجاؤں اور حکمرانوں کی مسلسل پشت در پشت بدعہدیاں

---

[۵] تاریخ سندھ، مصنفہ اعجاز الحق قدوسی۔ [۱۲] THE PREACHING OF ISLAM

کو بھی نظر میں رکھا جائے تو محمود غزنوی عفو و درگذر کا پیکر معلوم ہوتا ہے۔ جے پال نے تین بار عہد شکنی کی اور جب تیسری بار شکست کھانے کے بعد گرفتار ہو گیا تو اس نے پھر معافی کی درخواست کی چنانچہ محمود غزنوی نے اسے پھر معاف فرماتے ہوئے اس کی سلطنت کو بحال رکھا۔ "جامع التواریخ" ظاہر ہے کہ سلطان محمود غزنوی نے دس ہزار ہندوؤں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا۔ مشہور مورخ الفنسٹن نے اپنی تاریخ میں صاف لکھا ہے :-

"یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکا کہ سلطان محمود غزنوی نے کسی ایک ہندو کو بھی زبردستی مسلمان بنایا ہو اور لڑائی کے سوا کسی ایک ہندو کو بھی اس نے قتل کیا ہو۔"

مسلم زعماء نے ہمیشہ اسلام کے اصول رواداری کو وسیلِ راہ بنایا ہے۔ قیام پاکستان کی جدوجہد میں مسلمانوں کے خلاف جس ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا گیا وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس کے باوجود قائد اعظم محمد علی جناح نے اسلام کے اصول پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء کو ایک بیان جاری کیا جس میں فرمایا۔

"مجھے معلوم ہے کہ مسلمانوں کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہے مگر میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ان مظلوم مسلمانانِ بہار کا بدلہ مسلم اکثریت والے صوبوں میں لینا ایک بھاری سیاسی اور اخلاقی غلطی ہو گی۔ اور اگر ایسا ہوا تو ہم دشمنوں کے ہاتھوں میں کھیلیں گے۔" [۱۳]

بیان کے آخر میں قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں سے اپیل کی :-

"میں ایک بار پھر تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ جہاں بھی اکثریت میں ہوں، غیر مسلموں کی حفاظت جان و مال کے لیے جو کچھ بھی ممکن ہو کریں اور ان میں بھروسہ پیدا کریں۔" [۱۴]

تاریخ اسلام کی ورق گردانی کیجیے، مستشرقین کے اقوال کو ملاحظہ فرمائیے، غیر متعصب ناقدین کے تنقید و تبصرہ پر نظر ڈالیے۔ اس حقیقت کو سب ہی نے تسلیم کیا ہے اور مسلمانوں نے جہاں بھی قدم رکھا وہاں کے باشندوں نے انھیں اپنے لیے رحمتِ خداوندی خیال کیا۔

***

۱۳، ۱۴ - خطباتِ قائد اعظم